ناولٹ

جاں گئے جاناں

نبیلہ ابر راجا

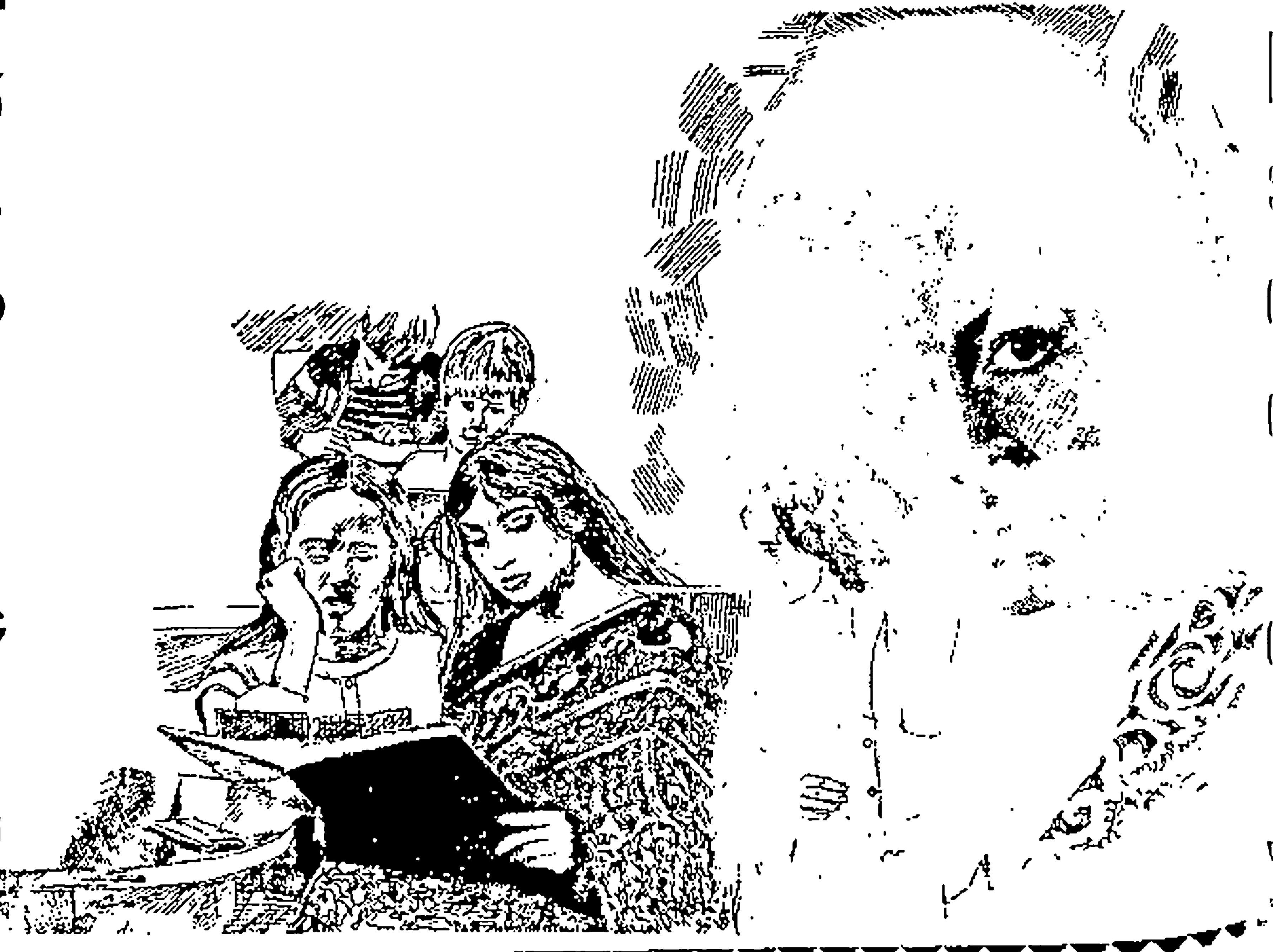

"میں تمہارا خون پی جاؤں گی۔"
"ہاں ڈریکولا سے کم تو نہیں آپ۔" اسامہ دل
...شاید یہ بات کہہ سکا۔ منہ پر یہ بات کہنے کی صورت
...سے اچھی طرح پتا تھا کہ اس کے ساتھ کیا کچھ
ہو سکتا ہے۔
"ٹانگیں توڑ دوں گی تمہاری مجھے جانتے نہیں
ہو تم لوگ۔" میرب کا لہجہ اور انداز دونوں بہت جلالی
تھے۔ کسوئی کو تو زور کا چانٹا پڑا تھا وہ اُدھر ہی سر جھکائے

www.paksociety.com

بہتے آنسوؤں کے ساتھ کتاب پہ نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ اب اسامہ کی باری تھی۔ میرب نے خاص طور پر لکڑی کا قدرے موٹا سا ڈنڈا ان دونوں کو پڑھانے کے لیے رکھ چھوڑا تھا۔ جس سے وقتاً فوقتاً ان کی خاطر تواضع ہوتی رہتی...... اور آج کا تو دن ہی برا تھا مما اور دادو دونوں گھر پہ نہیں تھیں۔ اس لیے محترمہ میرب کو کھلی چھٹی تھی اس نے لگے ہاتھوں پچھلے بدلے بھی چکا دیے۔ اسامہ کا کان زور سے مروڑے جانے کے باعث لال سرخ ہو گیا تھا۔

''اب اگر میری شکایت لگائی تو بہت برا حشر کروں گی۔'' اسامہ کے بال میرب کی مٹھی میں جکڑے تھے، غصے سے سرخ چہرہ اسامہ کے لرزتے کانپتے وجود کے سامنے تھا۔ وہ رعب کی وجہ سے اٹھ کے بھاگ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ اتنی ہمت اس کی جانِ ناتواں میں نہیں تھی۔ بھاگنے کی صورت میں اس کے ساتھ جو کچھ پیش آنا تھا وہ اس سے بھی آگاہ تھا۔ جبھی میرب سے اپنی دُرگت بنوانے پر مجبور تھا۔

''اب پڑھو بیٹھ کر اور اِدھر اُدھر دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ ورنہ تم دونوں مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔'' جان بخشی کرتے ہوئے اس نے دھمکی دینا ضروری جانا تھا۔ وہ چائے بنانے کے ارادے سے کچن میں چلی گئی۔ پیچھے سے اسامہ نے خوف ناک انداز میں اپنا مُکا فضا میں لہرایا جیسے میرب سامنے ہو اور وہ اسے کچا ہی تو چبا جائے گا۔

وہ سکس کلاس میں تھا اور کسوئی فورتھ میں...... دونوں کو گھر پر پڑھانے اور ان کی تعلیمی سرگرمیوں سے آگاہ ہونے کی ذمے داری میرب نے خود ہی اپنے سر لی ہوئی تھی۔ کسوئی نرسری سے کلاس تھری تک پہلی تین پوزیشنز میں سے ایک لیتی رہی لیکن فورتھ میں آ کر وہ بے پروا ہو گئی تھی کچھ ایسا ہی حال اسامہ کا بھی تھا۔ پہلے وہ پوری دلچسپی سے امتحانات اور دیگر کورسز کی تیاری کرتا تھا لیکن اب اسکول سے شکایات آنا شروع ہو گئی تھیں۔ کسوئی تو اس معاملے میں اسامہ سے بھی دو ہاتھ آگے نکلی۔ تھرڈ ٹرم میں اس کے مارکس بہت کم تھے۔ میرب کو سخت دھچکا لگا تھا۔ صد شکر کہ اس نے اسکول میں ہی کسوئی کی پٹائی نہیں شروع کر دی۔ گھر آ کر اس نے زبردست تواضع کی تھی۔ ہاں نشاط بیگم نے دبے لفظوں میں میرب کو سرزنش کی کہ اتنی بھی سختی ٹھیک نہیں۔ ساریہ بھابی خاموشی سے دیکھتی رہیں، ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا۔ جواب میں اس کے پاس زبردست دلائل تھے۔

''میں ان کی خاطر اپنی اسٹڈیز کو بھی بھول جاتی ہوں، دن رات ان کے ایگزامز میں ان کے ساتھ ایک کر دیتی ہوں پھر بھی یہ لوگ اتنا گندا رزلٹ شو کریں تو میں ہڈیوں کا سرمہ نہ بنا دوں۔'' اس نے دانت کچکچا کے خاصی اونچی آواز میں کہا تا کہ دوسرے کمرے میں موجود اسامہ اور کسوئی بھی سن لیں۔

خود میرب یونیورسٹی میں بزنس ایڈمنسٹریشن کی طالبہ تھی۔ یونیورسٹی سے آنے اور کھانا کھانے کے بعد وہ دونوں کو لے کر بیٹھ جاتی۔ یوں لگتا جیسے وہ ان دونوں کو سب کچھ پڑھا کر ہی دم لے گی۔ پہلے ہی یہ حال تھا کہ اب اس کی سختی حد سے سوا تھی کیونکہ دونوں کے فائنل ایگزامز تھے اور میرب کوئی رعایت کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔

☆☆☆

''اپنا تو پڑھتی نہیں ہیں، ہمیں ہی ہر وقت پڑھاتی ہیں۔ خود تو جیسے بڑی لائق فائق ہیں۔ میں نے تو کبھی نہیں سنا کہ پھپو کی پوزیشن آئی ہو۔ ہمیں کہتی ہیں کہ پوزیشن نہ لی تو ہڈیاں توڑ دوں گی۔'' اسامہ بری طرح جلا بھنا تھا۔ میرب کچن میں تھی اس نے فراخدلی سے حقِ رائے دہی کا استعمال کیا۔ کسوئی بھی اس کی ہم خیال تھی مگر اسامہ کی طرح اس نے بہ آواز بلند اپنے خیالات کا اظہار نہیں کیا کیونکہ کچھ پتا نہیں تھا کہ کب پھپو آ جائیں۔

''کاش پھپو بیمار پڑ جائیں۔'' اسامہ نے دل سے دعا کی جس پر چھوٹی بہن نے بھی آمین کہا۔

گزشتہ دنوں میرب بری طرح بیمار ہو گئی تھی۔ دس پندرہ دن اسے کچھ ہوش نہیں تھا۔ ان دنوں وہ دونوں ہی بہت خوش تھے یوں لگتا تھا کہ آزادی مل گئی ہو۔ اِدھر میرب صحت یاب ہوئی اُدھر پرانا معمول لوٹ آیا...... وہی راجا بھائی اور وہی رعایا...... اس کی بیماری کا زمانہ ان دونوں کے لیے سنہرا زمانہ تھا۔ کاش وہ پھر لوٹ آتا۔ اسامہ کے دل نے تمنا کی تھی...... پر ضروری نہیں تھا کہ ہر تمنا پوری ہو۔ میرب پوری طرح صحت مند ہو کر کچن میں کھڑی اپنے لیے چائے بنا رہی تھی۔ چائے کپ میں ڈال کر وہ دوبارہ ان کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

''کسوئی ایس ایس ٹی کی بک نکالو۔'' اسی سختی سے اس نے حکم دیا جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھا۔

کسوئی نے فوراً حکم پہ عمل درآمد کیا۔ اسامہ بھی شرافت سے اپنی کتاب پہ جھکا مصروف نظر آنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ میرب کی عقابی نگاہ وقتاً فوقتاً دونوں کو ٹٹول رہی تھی۔

شام ڈھل رہی تھی سارے دن کا جلتا بلتا سورج غروب ہونے کی تیاری میں تھا۔ نشاط بیگم اور ساریہ بھابی شاپنگ ختم کر کے لوٹ آئی تھیں۔ میرب کے کپڑے بھی نشاط بیگم نے لیے تھے۔ وہ ان کی طرف متوجہ تھی۔ اسامہ اور کسوئی اب قدرے سکون میں تھے۔

ساریہ کے چچازاد بھائی کی شادی تھی۔ آج کی جانے والی شاپنگ اسی سلسلے کی کڑی تھی۔ وہ بہت پُرجوش تھی کیونکہ چھوٹے چچا کے گھر کی یہ پہلی خوشی تھی۔ اس کا خوش ہونا لازمی تھا۔ کچھ ایسی ہی حالت اسامہ اور کسوئی کی بھی تھی کیونکہ شادی ان کے فائنل ٹرم کے بعد تھی۔ تب پڑھائی کی کوئی ٹینشن بھی نہ ستانا پھپو صاحبہ کا خوف......

☆☆☆

ڈھلتی شام کا نظارہ بڑا دل خوش کُن تھا۔ اوائل اکتوبر کا آغاز تھا۔ اب فضا میں وہ تندی اور گرمائش نہیں رہی تھی۔ میرب لان میں بیٹھی واک مین لگائے موسیقی سے لطف اندوز ہو رہی تھی جب ساتھ والے طلحہ کی بال اچھل کر دیوار سے سیدھی آ کر اس کے پاؤں پر آ لگی۔ واک مین جو اس کی گود میں دھرا تھا گھبراہٹ کی وجہ سے زمیں بوس ہو گیا۔ یہ سب بہت تیزی سے ہوا۔ اس سے بھی زیادہ تیزی سے طلحہ اپنی بال لینے اچھلتا کودتا اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

''آنی میری بال۔'' طلحہ، کسوئی کا ہم عمر تھا اور شرارتوں میں نمبر ون...... میرب حسبِ عادت غصے میں آ گئی۔

''نہیں دیتی میں بال، تمیز نہیں ہے تم لوگوں کو...... اگر یہ میرے سر پر لگ جاتی تو؟'' وہ آگ بگولا ہو رہی تھی۔ شور سن کر نشاط بیگم بھی کمرے سے نکل آئیں۔

''کیا بات ہے میرب، کیوں غصہ ہو رہی ہو؟'' ایک پل میں ہی انہیں صورتِ حال کا کچھ کچھ اندازہ ہو چکا تھا۔ طلحہ کی معصوم آنکھوں میں چمکتے آنسو اور چہرے پر شرمندگی اور میرب کا ہٹلرانہ انداز بہت کچھ بتانے کے لیے کافی تھا۔ پھر بھی انہوں نے پوچھنا ضروری سمجھا۔

''یہ کھیلتے ہوئے گیند اِدھر آ کے میرے پاؤں پر لگی ہے۔'' اس نے ادھورا جواب دیا تو نشاط بیگم نے نیچے پڑی گیند طلحہ کی طرف بڑھائی۔

''یہ لو بیٹا۔'' الیاس صاحب کا سب سے چھوٹا اور لاڈلا بیٹا طلحہ شرارتی ہونے کے باوجود انہیں بہت پسند تھا۔ وہ برسوں سے ان کے پڑوسی تھے اور آپس میں بہت اچھے تعلقات تھے لیکن میرب کی بے وجہ سختی بہت کچھ بگاڑنے پر تلی ہوئی تھی۔

طلحہ سرخ چہرے کے ساتھ بال لے کر واپس چلا گیا میرب کے تیور ابھی تک بگڑے ہوئے تھے۔

نشاط بیگم اس کے ساتھ رکھی کین کی دوسری کرسی پر بیٹھ گئیں۔

”میرب بچوں کے ساتھ اتنی سختی اچھی نہیں ہوتی، ہر وقت کی روک ٹوک، بے وجہ لعن طعن بچوں پر اچھا اثر نہیں ڈالتی۔ گیند ادھر آ گئی تو تم چپ کر کے واپس کر دیتیں، اسے ڈانٹنے کی کیا ضرورت تھی۔ بچہ ہی تو ہے۔“

”امی میں کون سی سختی کرتی ہوں، کیا ڈانٹا ہے طلحہ کو؟“ وہ تو گویا جلتے ہوئے توے پر بیٹھی تھی بیٹھے سے اُٹھ ہی تو گئی۔ وہ اس کے اس انداز سے خائف ہو گئیں ہمیشہ کی طرح...... میرب کو اُن کی اس کمزوری کا بخوبی علم تھا۔ تب ہی تو شیرنی بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

ساریہ بیاہ کر اس گھر میں آئی تب میرب چھوٹی تھی مگر بات بے بات پھٹ پڑنا، تلخ ہو جانا اس کی بچپن کی عادات میں شامل تھا۔ ساریہ جس ماحول اور جس خاندان سے آئی تھی وہاں چھوٹوں کے یہ انداز برداشت نہیں کیے جاتے تھے۔ ساریہ نے آتے کے ساتھ ہی یہ بات نوٹ کی تھی کہ اس کی ساس بیٹی کے اس رویّے سے خائف سی رہتی ہیں لیکن جب بھی وہ ٹوکنے کی کوشش کریں میرب الٹا انہیں سمجھانے لگ جاتی۔ حالانکہ بڑی نند عظمیٰ بھی میرب کی بہن تھی مگر نہایت نرم گفتار تھی...... ساریہ کی شادی کے کچھ عرصے بعد اس کی بھی شادی ہو گئی تھی۔ ساریہ نے کئی بار پاس بٹھا کر پیار سے بات کرنا چاہی وقتی طور پر تو میرب نرم پڑ جاتی پر بعد میں وہ پھر پہلے جیسی ہو جاتی۔ ساریہ اندر ہی اندر کچھ خوفزدہ تھی۔ جب اس کی شادی ہوئی تب میرب ہائی اسکول میں تھی اور اب یونیورسٹی کی اسٹوڈنٹ تھی۔ اس وقت سے لے کر اب تک اس کی عادات پختہ ہو چکی تھیں۔ اس نے دبے لفظوں میں کئی بار ساس سے بھی کہا کہ میرب کی شخصیت کی یہ سختی اور خود کو برتر سمجھنے کی عادت اس کے لڑکی ہونے کی وجہ سے اچھی نہیں ہے۔ اسے پرائے گھر جانا ہے، وہاں یہ سب پسند نہیں کیا جائے گا۔ وہ بے بسی سے دیکھتی رہ جاتیں۔ اب ایسا بھی نہیں تھا کہ میرب میں کوئی خوبی نہ ہو، وہ بہت خوش اخلاق، ہمدرد اور حساس بھی تھی۔ اس کے مشورے اچھے ہوتے جن پر اعتبار کیا جا سکتا تھا، گھر میں مہمان آتے یا کوئی چھوٹی موٹی تقریب ہوتی انتظام میرب ہی کرتی اور اس میں کوئی کمی یا خامی بھی نہ ہوتی بلکہ اگر وہ خاندان کی کسی تقریب میں بھی جاتی تو بڑی عورتیں اسے انچارج بنا کر مطمئن ہو جاتیں کیونکہ پھر ساری ذمّے داری میرب کی ہوتی اور ہر طرف واہ واہ ہوتی۔ اپنی تعریفیں سُن سُن کر میرب کی گردن اور بھی اکڑ جاتی......... اور وہ خود کو پہلے سے بھی زیادہ توپ شے تصور کرنے لگتی۔ اس کی خود اعتمادی حد سے بڑھی ہوئی تھی۔

نشاط بیگم نے اگر کبھی اپنے شوہر نامدار کی توجہ بیٹی کے اس مزاج کی طرف دلائی بھی تو وہ ہنس کر ٹال گئے۔ یہی حال بڑے بھائی زوار کا تھا وہ فطرتاً بے پروا سے تھے۔ اب لے دے کے ساریہ تھی جس کی باتیں نشاط بیگم کو خدشات اور وہموں کے سپرد کیے رکھتیں. دراصل میرب سے بڑے دونوں بہن بھائی شادی شدہ تھے اور اپنی ہی دنیا میں سیٹ تھے۔ وہ سب سے چھوٹی تھی۔ ایسے میں اکثر اس کا جی چاہتا کہ کاش اس سے چھوٹا کوئی اور بھائی یا بہن ہوتا جس سے وہ اپنی ساری باتیں شیئر کرتی، لڑتی جھگڑتی رعب ڈالتی...... اسامہ اور کسوئی پیدا ہوئے تو وہ بے طرح خوش ہوئی۔ جوں جوں وہ بڑے ہو رہے تھے میرب نامحسوس انداز میں ان کی ذمّے داری اپنے سر لیتی جا رہی تھی۔ جب دونوں بچے اسکول میں داخل ہوئے تب تو وہ ان کی پوری استانی بن گئی۔ اس کی ڈانٹ ڈپٹ سے ساریہ بھی خائف ہوتی مگر میرب سے کچھ کہنا محال تھا۔

☆☆☆

شادی کی تیاری کے لیے میرب بھاوج کے

ساتھ جا کر کپڑے، جوتے وغیرہ لے آئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے اپنے چچا کے بیٹے کی شادی ہے۔ اس کی تیاری اور جوش تو یہی ظاہر کر رہا تھا.... دونوں بچے اپنے، اپنے امتحانات سے فارغ ہو چکے تھے۔ زوار بھائی انہیں نانو کے گھر چھوڑ آئے تھے وہ بہت خوش تھے کیونکہ میرب پھپھو کے ”جن“ سے جان آزاد تھی ـــ وہ شاداں و فرحاں تھے۔ ساریہ کی چچی زحت خود آ کر شادی کا دعوت نامہ دے گئی تھیں اور بطورِ خاص میرب کو بھی آنے کو کہا تھا۔

”بیٹا تم مایوں سے پہلے آ جانا۔“ جاتے جاتے انہوں نے پھر اسے تاکید کی تھی۔ جواباً اس نے پورے خلوص سے اپنے آنے کی یقین دہانی کروائی تھی۔

☆☆☆

”یار میں تو تھک گیا ہوں۔“ اشہل مہندی کے لیے سجائے گئے آرائشی جھولے میں ہی لمبا لیٹ گیا۔

”یار فریش ہو کے چائے پیتے ہیں۔“ رامش کے چہرے سے بھی تھکن ہویدا تھی۔

وہ نیچے بیٹھا تھا گاؤ تکیہ اس کی کمر کے پیچھے تھا۔ دونوں بڑے بے فکرے موڈ میں تھے۔ جب وہ آفت نازل ہوئی۔

”کیا ہو رہا ہے یہ، کون ہیں آپ...... چلیں، اُٹھیں یہاں سے، آپ کو نظر نہیں آ رہا کہ یہ دولہا کے لیے ہے، آخر ہیں کون آپ؟“ انداز میں اتنا تحکم تھا اور رعب تھا کہ اشہل اور رامش دونوں دیکھتے رہ گئے۔ اشہل غیر ارادی طور پر جھولے سے اترا۔ وہ کوئی بھی تھی اشہل نے پہلی بار دیکھا تھا۔

”آپ کون ہیں اور یہ پوچھنے والی کون ہوتی ہیں؟“ وہ فوراً سنبھل کر اپنے حواس میں آیا تھا۔ وہ بھی تنک وہیں کھڑی کینہ توز نظروں سے تک رہی تھی۔ رامش نے کل شام کو اسے دیکھا تھا اور اپنی کزنا اسما سے پوچھا بھی تھا کہ یہ کون ہے کیونکہ اس نے پہلی بار دیکھا تھا۔ اسما نے بتایا کہ یہ ساریہ آپی کی نند ہیں وہ تو اسے جانتا تھا پر اشہل کو ابھی تک نہیں پتا تھا کہ یہ لڑاکا طیارہ کون ہے۔ رامش نے اشہل کے بگڑے تیور دیکھ لیے اور کسی متوقع بدمزگی کے خیال سے ہی گھبرا گیا کیونکہ بنیادی طور پر وہ صلح جُو قسم کا انسان تھا جبکہ اشہل اس کے الٹ تھا اور ساریہ آپی کی نند کے تیور ہرگز اچھے اور دوستانہ نہیں تھے۔ آتے ساتھ ہی اس نے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی تھی کیونکہ فرحت آنٹی نے کہا تھا کہ تم بھی ہر چیز کا دھیان رکھنا اور اِدھر آتے ہی اس نے اپنے تئیں آرائشی جھولے کا حشر نوٹ کیا تھا۔ اس سے پہلے کہ یہ جنگ بڑھتی ساریہ بھابی اُدھر آ گئیں۔

”ارے واہ...... اسٹیج تو اتنا خوب صورت تیار ہوا ہے، کمال کر دیا تم دونوں نے اور میرب تم جا کر تیار ہو جاؤ۔ لڑکیاں تیار ہو رہی ہیں میں تمہیں ہی ڈھونڈ رہی تھی۔“ ان دونوں کے کیے گئے انتظامات کو سراہ کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں تو میرب پہ کھلا یہ دونوں لڑکے بھی ساریہ بھابی کے رشتے داروں میں سے ہیں۔ شرمندگی کی وجہ سے اس نے منظر سے ہٹنے میں ہی عافیت جانی۔

ساریہ نے اشہل کا تپا، تپا سرخ چہرہ دیکھ لیا تھا۔ چچی کا یہ بھانجا ان کی پوری فیملی میں ہر دلعزیز تھا۔ بہت مخلص اور ہمدرد دل کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ قدرے شوخ مزاج بھی تھا۔ ساریہ دل سے اسے پسند کرتی تھی اس سے پہلے کہ ساریہ صورتِ حال دریافت کرتی اسے چچی نے آواز دے ڈالی وہ اُدھر چل پڑی پھر شادی کی مصروفیات میں بھول بھال گئی پر اشہل بھولنے والوں میں سے نہیں تھا۔

”یار اب موڈ ٹھیک کر لو اپنا۔“ رامش نے اس کا ہاتھ دبایا تو اس نے بیزاری سے جھٹک دیا۔ بڑی دیر بعد جا کر وہ نارمل ہوا۔

☆☆☆

مہندی کی تقریب عروج پر تھی۔ میرب:

اور ہر کام میں آگے آگے تھی۔ اشہل اور رامش بھی تیار ہو کر اس گہما گہمی کا حصہ بن گئے تھے۔ کسوئی اور اسامہ بھی شوخی و شرارت پر اترے ہوئے تھے۔ کسوئی چوڑی دار پاجامے اور گھیر دار فراک میں بہت کیوٹ لگ رہی تھی۔ میرب نے دیکھا تو پاس بلالیا۔ آج تو کسوئی لفٹ نہیں کرا رہی تھی۔ پھپو نے بلایا تو وہ دل سے ڈری سی گئی کہ جانے اب کیا ہوگا۔

”جی پھپو......“ وہ آرائشی ستون کی آڑ سے نکل کر سامنے آگئی۔

”زیادہ اچھل کود کرنے کی ضرورت نہیں ہے آرام سے بیٹھو، نہیں تو میں ٹانگیں توڑ دوں گی۔“ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے لہجے میں سختی آگئی تھی۔

کسوئی نے سعادت مندی سے سر ہلایا اور دوبارہ اس ہنگامے کا حصہ بن گئی۔

بارات کی روانگی کی تیاری ہو رہی تھی۔ میرب تیار ہو کر کسوئی، اسامہ کو ڈھونڈنے باہر نکلی تاکہ انہیں بھی تیاری میں مدد دے سکے۔

پودوں کے پاس سے شور کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میرب آوازوں کی سمت بڑھی۔

”آپی آپی......کسوئی نے مجھے مارا ہے۔“ دس سال کی ایک بچی فوراً لپک کر اس کی طرف آئی۔ یہ بچی سارہ یہ بھابی کی ایک کزن کی بیٹی تھی اور آفت کی پرکالہ تھی۔ کسوئی بال بکھیرے سرخ چہرہ لیے تین چار بچوں میں گھری ہوئی تھی۔ بچے اسے دیکھتے ہی شور کرنے لگے۔ میرب کو زبردست غصہ آیا۔ اس نے کسوئی کو گھسیٹ کر بچوں کے درمیان سے نکالا اور اکھٹے تین چار چانٹے رسید کیے حالانکہ وہ بولے بھی جا رہی تھی کہ پھپو میں نے نہیں مارا پر میرب کہاں ماننے والی تھی۔

”کیا ہو رہا ہے یہ؟“ اس سے پہلے کہ وہ کسوئی پہ مزید غصہ کرتی کسی نے کسوئی کو اس کے شکنجے سے نکالا ساتھ ہی اس کا ہاتھ بھی روک دیا۔ یہ اشہل تھا جو زور شور سے روتی کسوئی کو چپ کرانے میں لگا ہوا تھا۔

ایک بچہ اشہل کو بتا رہا تھا کہ کسوئی نے نہیں بلکہ ماریہ نے فضہ کو مارا ہے اور دھکا دے کر گرایا بھی ہے۔

”آپ اتنے چھوٹے بچوں کو اتنی بے دردی سے مارتی ہیں۔“ وہ غصے سے میرب کو دیکھ رہا تھا۔ کسوئی ابھی تک اس کے ساتھ لگی ہچکیاں لے رہی تھی پھر وہ اسے اپنے ساتھ ہی وہاں سے لے گیا۔

”یہ لڑکی...... ذرا بھی نہیں ڈرتی کہ سارہ یہ آپی مائنڈ بھی کر سکتی ہیں، بچوں سے غلطی ہو جاتی ہے، انہیں پیار سے ڈیل کرنا چاہیے نہ کہ وحشیانہ طریقے سے مارنا چاہیے۔ تھوڑی خود پسند اور مغرور لگتی ہے، لگتا ہے اپنے آگے کسی کو کچھ نہیں سمجھتی محترمہ۔“ وہ سارہ یہ آپی کی اس ہلاکو ٹائپ مغرور نند کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اشہل کی رائے اس کے بارے میں بہت منفی تھی۔

ولیمے کے بعد وہ گھر آگئی۔ سارہ یہ بھابی، دونوں بچوں کے ساتھ بعد میں واپس آئیں ان کے پاس دو خوش خبریاں تھیں۔ وہاں وہاب کی شادی میں میرب کچھ خواتین کو بہت پسند آگئی تھی ایک تو وہاب کے جگری دوست یاسر کی والدہ کو اور دوسری اشہل کی فیملی کو...... باتوں باتوں میں سارہ یہ سے بہت کچھ پوچھا گیا اور اچھی طرح تسلی بھی کی گئی۔

میں نے جو کام اس کے ذمے لگایا اس نے بڑی ذمے داری اور خوش اسلوبی سے پورا کیا۔ بہت کیئرنگ ہے احساس ذمے داری کوٹ کوٹ کر بھرا ہے اس بچی میں۔“ خود فرحت چچی بھی میرب کی بہت تعریف کر رہی تھیں۔

سارہ یہ جواب میں ہاں یا نہ کچھ بھی نہیں کہہ سکی۔

وہ جس خاندان اور گھر سے بیاہ کر آئی تھی وہاں سب دھیمے مزاج کے تھے، کسی کی آواز اونچی اور لہجہ سخت نہیں تھا بلکہ سسرال میں میرب کی شخصیت ایسی تھی جو اس کے مزاج سے لگا نہیں کھاتی تھی۔ وہ تو اونچا بھی بولتی، غصہ بھی کرتی اور چیختی چلاتی بھی تھی اس

کے مزاج میں سختی اور رعب بھی تھا ان ساری باتوں سے مل ملا کر میرب کی ذات تشکیل پائی تھی۔

سارہ یہ بھابی، اشہل کی فیملی سے خوب اچھی طرح واقف تھیں۔ جبکہ یاسر کے گھر والوں سے نہیں کوئی خاص آگاہی نہیں تھی۔ یاسر کی والدہ اور بہنوں کو اس نے شادی میں ہی دیکھا تھا اس کے علاوہ کچھ زیادہ نہیں جانتی تھی وہ۔ اشہل پڑھا لکھا ویل ریفائنڈ نوجوان تھا، شوخ مزاج ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اپنی عزت نفس اور شخصیت کے بارے میں مضبوط اور اصولی سوچ کا مالک بھی تھا جبکہ ادھر میرب کسی کو کچھ نہ سمجھنے والی صرف اپنی برتری کے زعم میں مبتلا...... جانے اس رشتے کا کیا انجام ہوتا...... اس نے بہرحال اپنی ساس، سسر اور شوہر سے اس کا ذکر کر دیا۔ آگے ان کی مرضی تھی وہ ہاں کرتے یا نہ..... میرب فی الحال لاعلم تھی اس سارے قصے سے ابھی یہ موضوع گھر کے بڑوں میں ہی زیر بحث تھا۔ میرب سے کہنے سننے کی نوبت بعد میں آنی تھی۔

اس روز جبکہ میرب یونیورسٹی گئی ہوئی تھی۔ اشہل کی امی، بشریٰ بیگم بڑی دونوں بیٹیوں اور بہو کے ساتھ ان لوگوں کو مطلع کیے بغیر چلی آئیں۔ گھر میں سارہ یہ اور ناطہ بیگم ہی تھیں۔ سارہ یہ کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس طرح اچانک آمد کا اس نے تصور نہیں کیا تھا۔ وہ گھنٹا ڈیڑھ بیٹھیں مگر جاتے وقت ان کے چہروں سے جھلکتا سکون کسی مثبت فیصلے کا اعلان کر رہا تھا۔

اگلے آنے والے چند دن بڑے ہنگامہ خیز تھے۔ میرب کو اشہل کے پروپوزل سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔

”بھئی میں نے ابھی بہت سارا پڑھنا ہے۔“ پروپوزل کا سن کر اس نے زندگی میں غالباً پہلی بار اپنی کیفیات کو عیاں نہیں ہونے دیا تھا۔

”ایم بی اے کر لو کافی ہے۔ تمہارے ابو کی اب خواہش ہے کہ تم عزت سے ہمارے جیتے جی اپنے گھر کی ہو جاؤ، ہمیں یہ رشتہ ہر لحاظ سے مناسب لگا ہے۔

اچھا خاندان ہے، لڑکا بہت قابل اور سمجھدار ہے، ایسے رشتے روز روز نہیں ملتے۔ تم سوچ لو اچھی طرح۔“ امی اسے سوچتا چھوڑ کر چلی گئیں۔ میرب نے غصے سے تکیہ کارپٹ پر پھینکا اور پاؤں سے زوردار ٹھوکر لگائی۔

”ہونہہ ایسے رشتے روز روز نہیں ملتے۔“ اس نے منہ بگاڑتے ہوئے الفاظ کو نئے سرے سے دہرایا۔ لمبے چوڑے اشہل کا سراپا اس کی نگاہوں میں از سر نو لہرایا تو سب کچھ یاد سا آگیا۔ وہ اس سے خائف سی تھی۔ اشہل جیسے چھا جانے والے اور مضبوط پرسنالٹی رکھنے والے لوگ اسے کچھ خاص پسند نہیں تھے۔ اس کے سامنے تو میرب کی اپنی شخصیت دب کر رہ جاتی۔ دوسرے وہ ابھی شادی کرنے کے حق میں نہیں تھی۔ وہ پڑھ لکھ کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہتی تھی تاکہ اپنی صلاحیتوں سے کماحقہ فائدہ اٹھا سکے۔ یہ سراسر اس کے اپنے ذاتی خیالات تھے جسے گھر کے دوسرے افراد کا ماننا ضروری نہیں تھا۔

☆☆☆

مما اور بہنوں نے میرب کے گھر جانے سے پہلے سرسری سا اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ جواب میں اشہل خاموش رہا تھا کیونکہ مما اور بہنیں اس کی اچھی خاصی تعریف کر رہی تھیں۔ دوسرے دن جا کر اسے پتا چلا کہ وہ لوگ میرب کے گھر سے ہو آئی ہیں۔ وہ اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا تھا لیکن کسی مصلحت کے تحت چپ ہو گیا مگر ایک معنی خیز سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر آ کے معدوم ہو گئی تھی۔

وہاب کی شادی میں کئی بار ان دونوں کا آمنا سامنا ہوا تھا۔ ہر بار ہی اس کے چہرے سے بیزاری ہی جھلکتی دیکھی گئی جیسے وہ یہاں آ کر بڑا احسان کر رہی ہے۔ عجیب مغرورانہ سے تاثرات ہوتے جیسے باقی سب اس کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ اس کے یہ ”کچھ بھی نہیں......“ جیسے تاثرات نے اشہل کو کتنی ہی بار جھنجلاہٹ میں مبتلا کیا تھا۔ اپنے خاندان میں

www.paksociety.com

قریبی ہم عمر کزنز کے ساتھ ساتھ باقیوں پہ اس کا بڑا رعب تھا۔ خود اپنے گھر میں بڑی بہنیں بھی اس کے سامنے بات چیت میں محتاط رہتیں حالانکہ اس کا رویہ بڑا دوستانہ ہوتا ہر موضوع پہ گپ شپ ہوتی مگر ایک حد میں رہ کر...... دیگر رشتے داروں میں بھی اس کی رائے کو اہمیت دی جاتی۔ بڑوں میں اس کے دلائل معتبر ہوتے۔ ہر کوئی اسے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتا مگر وہ کسی پر بے جا سختی اور رعب ڈالنے کا قائل نہیں تھا۔ سب اسے پیار بھی کرتے اور احترام بھی مگر اس کا احترام کسی خوف و رعب اور ڈر کا مرہونِ منت نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے پیار اور باہمی خلوص کا جذبہ کارفرما تھا جبکہ میرب کا معاملہ الٹ تھا۔

نشاط بیگم اس دن اسے سوچنے کا ٹائم دے کر گویا سب کچھ بھول بھال گئی تھیں۔ میرب انتظار میں تھی وہ اس سے پوچھیں گی، تب وہ کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کر سکے گی مگر اس کی نوبت ہی نہیں آپائی۔ بالا ہی بالا اشہل کے گھر والوں کو رضامندی دے دی گئی۔ سادہ سی گھریلو تقریب میں میرب کی انگلی میں منگنی کی انگوٹھی سج گئی۔ اپنی منگنی کے دن وہ بہت روئی تھی۔ کسوئی اور اسامہ نے کتنی بار اسے اپنی آنکھیں اور ناک دوپٹے سے رگڑتے ہوئے دیکھا۔

تب انہیں تھوڑی دیر کے لیے میرب پھپو پر ترس آیا تھا جو فوراً معدوم بھی ہوگیا۔ ان کے لیے یہ احساس بڑا دل خوش کن تھا کہ اشہل اب سچ مچ ان کے انکل بن جائیں گے۔ میرب پھپو بھلے روتی رہیں انہیں فرق نہیں پڑتا تھا۔ اشہل انکل ان کی ٹکر کے تھے، نہ ڈرنے والے نہ دبنے والے۔ شادی میں کیسے پھپو ان کے سامنے بھیگی بلی بن گئی تھیں۔ کسوئی وہ وقت یاد کر کے خوش ہو رہی تھی جب اشہل انکل نے اسے پھپو کے شکنجے سے آزاد کروایا تھا۔

میرب کے ایم بی اے کے بعد ہی شادی ہونی تھی۔ تب تک اسے خوب جلنا کلسنا تھا۔ اس کی فرینڈز نے اشہل کی تصویر دیکھنے کی فرمائش کی تھی تو وہ خاموش ہوگئی پر ساریہ بھابی کے پاس وہاب کی شادی کا پورا البم پڑا تھا وہ اٹھا کے دکھانے لگیں۔ ایسے میں میرب کی لاتعلقی کمال کی تھی۔ سویرا نے اشہل کی تصویریں دیکھنے کے بعد میرب کو بھی رشک سے دیکھا۔ وہ انجان بنی ٹی وی کی طرف متوجہ رہی۔

تب ساریہ کو اس پر بے طرح غصہ آیا۔ وہ یوں ری ایکٹ کر رہی تھی جیسے اس پر بڑا ظلم ہوا ہو یا.... خدانخواستہ اشہل کسی گئے گزرے خاندان سے تعلق رکھتا ہو اور میرب کے قابل ہی نہیں ہو۔

☆☆☆

”کوئز میں تمہارے نمبر اتنے کم...... ایسا ہو نہیں سکتا۔ تم نے تو کل مجھے بتایا تھا کہ تمہاری تیاری بہت اچھی ہے۔ تم کلاس فائیو میں ہو اور مجھ سے جھوٹ بولتی ہو۔ ٹانگیں توڑ دوں گی تمہاری، خون پی جاؤں گی تمہارا۔“ کسوئی کی نوٹ بک میرب کے سامنے تھی۔ مارکس دیکھ کر اس کا خون کھول رہا تھا۔ اس نے جھپٹ کر کسوئی کا کان پکڑا اور اسے اپنی طرف گھسیٹا۔

نشاط بیگم نماز پڑھ رہی تھیں اور ساریہ بھابی بوا کے ساتھ کچن میں مصروف تھیں گھر میں شاید کسی مہمان کی آمد متوقع تھی۔ اس نے نہ کسی سے پوچھا نہ اسے بتایا گیا۔ یونیورسٹی سے آنے کے بعد وہ سوگئی تھی اور خاصی دیر تک سوتی رہی۔ سو کے اٹھنے کے بعد اس نے چائے پی اور پھر دونوں بچوں کو لے کر بیٹھ گئی۔

”میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں، ہڈیاں توڑ دوں گی۔“ اس نے لکڑی کی اسٹک ہاتھ میں لیتے ہوئے اپنا پسندیدہ جملہ دُہرایا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے ارادے کو مزید عملی جامہ پہناتی کسی کے قدموں کی چاپ اس کے قریب آرکی۔ یہ ساریہ بھابی اور ان کے ساتھ اشہل تھا۔

کسوئی مجرم بنی میرب کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے بڑی سختی سے اس کا کان پکڑا ہوا تھا اور آواز نکالنے سے منع بھی کر رکھا تھا۔ اسامہ کتاب سامنے رکھے گویا سجدے کی حالت میں تھا۔

اشہل اور ساریہ بھابی سامنے کھڑے تھے۔ بھاگنے کے لیے راستہ نہیں تھا۔ شرمندگی سے اسے آداب میزبانی بھول گئے۔ ٹکا سا سلام کر کے وہ جھٹ سے غائب ہوگئی۔ اس کے باہر نکلتے ہی کسوئی کے آنسو سسکیوں میں بدل گئے۔ اشہل نے جھک کر اسامہ اور کسوئی کو پیار کیا اور اپنے ساتھ ہی صوفے پر بٹھا لیا۔

”کیسے ہو آپ دونوں اور کیا ہو رہا ہے؟ اور گڑیا آپ رو کیوں رہی ہیں؟“ ساریہ اس کے سوال پر شرمندہ ہوگئی۔

”کسوئی پڑھائی پہ ذرا بھی توجہ نہیں دیتی، کوئز میں مارکس کم آئے ہیں میرب نے تھوڑی ڈانٹ ڈپٹ کی ہوگی۔“ اس نے کسوئی کے سرخ چہرے اور کانوں سے نظر چراتے ہوئے کسی حد تک ماحول پر چھائی سختی کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا اتنے میں نشاط آنٹی بھی نماز سے فارغ ہو کر ادھر چلی آئیں تب کہیں جا کر اس نے قدرے سکون محسوس کیا۔

نشاط آنٹی بڑے پیار سے ملیں سب کا حال احوال پوچھا۔ تب تک کسوئی بھی نارمل ہوگئی۔ ساریہ نے کچن کی راہ لی۔ ابو اور زوار بھائی بھی آچکے تھے۔ ڈرائنگ روم میں خوب محفل جمی تھی میرب کافی دیر بعد اپنے کمرے سے نکلی۔ وہ کچھ شرمندہ شرمندہ سی تھی، جانے کیوں ہر بار اس شخص سے عجیب صورتِ حال میں سامنا ہوتا تھا۔

وہ کچن میں ساریہ بھابی کی طرف آگئی جو کھانا برتنوں میں ڈال رہی تھیں۔

”بھابی میں بھی مدد کراؤں؟“ وہ یوں بولی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہو۔

”ارے نہیں سب کچھ تیار ہے بس ٹیبل پر رکھنا ہے۔“ ساریہ خاصے مصروف اور عام سے انداز میں بولی۔ یہ بات ٹھیک تھی کہ کبھی کبھی اسے میرب پہ غصہ آتا

غزل

ہم تو دل کی کہی سنی میں رہے
عمر بھر آپ کی گلی میں رہے

کچھ بغاوت کی بھی ضرورت ہے
نہیں سب میں کسی کسی میں رہے

ان کا پہرہ ہے راہ گزاروں پر
راہ زن جن کی رہبری میں رہے

آنسوؤں تک یہ بات پہنچے گی
اس کا احساس بھی خوشی میں رہے

حوصلے چاند چھو کے لوٹ آئے
لوگ احساسِ کمتری میں رہے

یوں میرے دل میں آپ رہتے ہیں
جیسے خوشبو فری کلی میں رہے

شاعرہ: فریدہ فری یوسف زئی، لاہور

تھا پر یہ سب وقتی ہوتا۔ وہ کینہ دل میں رکھنے کی قائل نہیں تھی یہی وجہ تھی کہ منٹوں میں سب بھول بھال جاتی۔

☆☆☆

سنہری شامیں ڈھل ڈھل کر رخصت ہو رہی تھی۔ خنک موسم اپنی آمد کا اشارہ دے رہا تھا۔ میرب صاحبہ پر مسلسل مندی سوار تھی۔ امی اور بھابی اس کی شادی کی شاپنگ کر رہی تھیں اور وہ اکثر روتی پائی جاتی، اب وہ کسوئی اور اسامہ کی طرف سے قدرے بے پرواسی ہوگئی تھی۔ جس پر وہ دونوں خوش تھے پر

www.paksociety.com

اسامہ اب بہت ذمے دار ہوگیا تھا۔ میرب کو اب کہنا نہیں پڑتا تھا کہ کتابیں کھولو یا اب اسے کبھی جوڑی نصیحتیں نہیں کرنی پڑتی تھیں پڑھائی اور فیوچر کے حوالے سے لیکن کسوئی کا وہی رویہ تھا۔ اسے سمجھ نہیں آتی کہ پھپو روز روتی کیوں ہیں۔ آخر اس نے ایک دن اسامہ سے پوچھ لیا کہ پھپو اتنا روتی کیوں ہیں؟

''ان کی شادی جو ہو رہی ہے۔'' اسامہ نے گویا اسے مسئلہ فیثا غورث سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

''اچھا شادی ہوتی ہے تو سب روتے ہیں؟ تب ہی تانیہ آپی بھی روئی تھی اپنی شادی پر۔'' کسوئی کو اپنی خالہ جانی یاد آگئی تھیں روتی دھوتی۔

''جی......'' اسامہ اس کی بے وقوفی پہ ہنسا۔

☆☆☆

میرب کی شادی میں صرف ہفتہ دس دن ہی باقی تھے۔ ساس بہو بازار گئے ہوئے تھے۔ شام کا وقت تھا۔ اسامہ نے ٹی وی لگایا ہوا تھا اور کسوئی اس کے پاس بیٹھی کارٹون دیکھ رہی تھی۔ میرب دبے پاؤں ٹی وی لاؤنج میں آئی تھی۔

''کیا ہو رہا ہے؟'' اس کے لہجے میں سختی نہیں تھی تو نرمی بھی نہیں تھی۔ کسوئی فوراً سیدھی ہوئی۔ اسامہ نے ٹی وی ہی آف کر دیا۔

''آپ لوگوں کی پڑھائی کیسی جا رہی ہے؟'' اس کا مخاطب وہ دونوں تھے۔

''پھپو بہت اچھی، منتھلی کوئز میں میرے مارکس سب سے زیادہ ہیں۔'' اسامہ پُرجوش تھا جبکہ کسوئی خاموش تھی۔

''گڑیا تم چپ کیوں ہو؟'' میرب کارپٹ پر اس کے قریب بیٹھی تو وہ لرز سی گئی کہ اب اس کی شامت آئی مگر ہوا اس کے بالکل برعکس۔ میرب نے نیچے ان کے پاس بیٹھ کر دونوں کے گرد اپنے بازوؤں کا گھیرا پھیلا دیا۔ اس کا وجود دھیرے دھیرے لرز رہا تھا۔ تب اسامہ نے دیکھا پھپو سسکیاں لے رہی ہیں۔ کسوئی کے بالوں پر میرب نے اپنا سر رکھا ہوا تھا۔

''دیکھو پڑھائی توجہ سے کرنا، اس میں تم دونوں کا فائدہ ہے۔ بھابی کے پاس اتنا ٹائم کہاں ہوتا ہے کہ ایک، ایک چیز چیک کریں، جو کرنا ہے تم دونوں نے کرنا ہے۔ کبھی بھی اسکول سے آپ دونوں کی شکایت نہیں آنی چاہیے۔'' وہ رو بھی رہی تھی اور بول بھی رہی تھی۔ وہ دونوں بھی اس کے ساتھ رو پڑے۔

''پھپو آپ کو اب کبھی شکایت نہیں ہوگی۔'' دونوں نے اکٹھے عہد کیا۔ میرب تو ان سے لپٹ کے یوں دھواں دھار روئی کہ ان دونوں کو بھی رُلا یا۔ وہ جو پہلے شکر کرتے تھے کہ اس کی شادی ہوگی تو اس کی سختیوں سے جان چھوٹے گی اب روز روتے تھے کیونکہ پھپو جو روتی تھیں۔ ان کی ساری خفگیاں اس کے آنسوؤں کے سنگ بہہ گئی تھیں۔

☆☆☆

میرب کی نئی زندگی اشہل کی ڈھیروں نصیحتوں کے ساتھ شروع ہوئی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اشہل پیار بھرے جملے بولے گا، کچھ وعدے کرے گا پر ہُوا اس کے برعکس...... اس نے کوئی رومینٹک جملے نہیں بولے تھے نہ وعدے کیے تھے...... ہاں ڈھیروں نصیحتیں اور حکم ضرور دیے تھے۔ میرب کے چہرے پر اداسی اور یاسیت سی تھی۔ وہ اسے سونے کا حکم دے کر خود بھی سو گیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ وہ کسی ناگوار فرض سے جان چھڑا رہا ہو۔

آنے والے دنوں میں میرب کو کم از کم ایسے ہی لگا جیسے وہ اشہل کے لیے واقعی ناگوار سا فرض اور بوجھ ہو۔ جسے بحالتِ مجبوری اس نے اپنے سر لینے کا عہد کیا ہو۔

شادی سے پہلے وہ یونیورسٹی سے آنے کے بعد اسامہ اور کسوئی کے ساتھ مصروف ہو جاتی تھی۔ یہاں سسرال میں پورے ڈیڑھ ماہ دعوتوں نے ہی جان نہیں چھوڑی۔ آہستہ آہستہ روٹین سیٹ ہوئی تو میرب بور ہونے لگی۔ اشہل کی بڑی دونوں بھابیاں

...کسی کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیتی تھیں گھر میں ...لی کے لیے ملازمائیں تھیں اور کچن کے کاموں ...لیے خانساماں تھا...... باقی دیگر کام دونوں ...یاں مل کے کرلیتی تھیں۔ اشہل صبح کا گیا شام پانچ ...تا۔ میرب کے سامنے وہ ریزرو ہی رہتا ہاں باقی افراد کے ساتھ اس کا خوب ہنسی مذاق چلتا۔

☆☆☆

''عائشہ بھابی میں سخت بور ہو رہی ہوں کیا کروں، یہاں کرنے کو کوئی کام ہی نہیں ہے۔'' اس روز ...ہمت کر کے اپنی جیٹھانی عائشہ سے کہنے لگی تو اسے ...میرب پر ترس سا آ گیا۔

''میرب تم یوں کرو کہ لائبہ، اسما اور ہارون کو پڑھا دیا کرو، تمہاری بوریت بھی ختم ہو جائے گی اور ...یک مصروفیت بھی ہاتھ آ جائے گی۔'' عائشہ بھابی کا مشورہ اس کے دل کو لگا تھا۔ گھر میں پیار محبت کا ...حول تھا۔ گھر میں دو بھابیوں، ساس، سسر سمیت ...ن کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بہن صفورہ بھی ...تھی۔ وہ کیمسٹری میں ایم ایس سی کر رہی تھی۔ اس کا نکاح اپنے کزن سے ہوا تھا۔ صفورہ بہت خاموش طبع ...پڑھاکو لڑکی تھی وہ اپنے آپ میں مگن رہتی۔ ...شروع میں میرب خوش ہوئی کہ وہی اس گھر میں اس ...کی ہم عمر تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے ساتھ اچھی ...بنی رہے گی پر وہ اپنے آپ میں رہتی اور بوقتِ ضرورت ہی بات کرتی۔ یونیورسٹی سے آنے کے بعد ...س کا بیشتر وقت اپنی کتابوں اور نوٹس کے ساتھ سر ...جوڑتے گزرتا۔ وہ پوزیشن ہولڈر تھی اور اپنی پوزیشن ...برقرار رکھنا چاہتی تھی اس لیے وقت کا زیاں اس کے ...نزدیک فضول تھا۔ ساس صاحبہ...... سے وہ کتنی باتیں ...کرتی، سالے دے کے ٹی وی رہ جاتا وہ بھی آخر کتنا ...دیکھتی۔ اشہل لیے دیے رہتا۔ میرب کو یوں لگتا جیسے ...وہ تنہا ہو جائے گی۔ عائشہ بھابی نے ایسے میں اس ...کے سامنے بڑی اچھی تجویز رکھی تھی۔ وہ خوش ہوگئی۔

☆☆☆

ہارون، لائبہ اور اسما تینوں اس کے گرد جمع تھے۔ میرب نے پہلے تینوں کی کتابیں، کاپیاں پھر ڈائری چیک کی۔ لائبہ سنجیدہ اور ذمے دار تھی۔ ہارون شوخ سا تھا جبکہ اسما آفت کی پرکالہ تھی۔ اسے پکڑ کے بٹھانا اور کوئی بات سمجھانا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔

اشہل گھر لوٹا تو میرب کمرے میں کہیں نظر نہیں آئی۔ ورنہ وہ جب بھی واپس آتا میرب کمرے میں ہی ملتی اور تر و تردار آواز میں سلام کرتی جس کا جواب وہ عام سے انداز میں دیتا۔ تب میرب کی آنکھوں کی جلتی جوت بجھ جاتی، اشہل نے اس کے ساتھ کچھ ایسا دوستانہ رویہ نہیں رکھا تھا کہ میرب سارے دن کی روداد اس کے گوش گزار کرتی۔ وہ صرف ایک روایتی شوہر ہی لگتا۔ حقوق و فرائض پہ لیکچر دیتا اس کی خامیاں گنواتا...... اور خاص طور پر اس کی سختی اور درشتی کے حوالے سے طنز کرتا۔

میرب تو بالکل بدل گئی تھی۔ شادی سے پہلے وہ بڑھ بڑھ کر دلائل دیتی اور بولتی تھی۔ اپنے آگے وہ کسی کو بولنے ہی نہیں دیتی تھی پر اب سب کچھ بدل گیا تھا۔ اشہل اپنے سامنے اسے بولنے نہیں دیتا تھا۔ ایک دو بار اختلاف پہ میرب نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر اشہل نے وہیں خاموش کروا دیا۔ اپنے سامنے میرب کو وہ کچھ گردانتا نہیں تھا۔ کم از کم میرب کو تو ایسا ہی لگتا تھا۔

☆☆☆

''بھابی، میرب کہاں ہے؟'' اس نے عائشہ بھابی سے پوچھا۔

''ہارون اور اسما وغیرہ کو پڑھا رہی ہے۔'' انہوں نے خاصے مصروف سے انداز میں کہا۔

''زبردست۔'' اشہل کے لبوں پر شرارتی سی مسکراہٹ آ گئی۔

www.paksociety.com

میرب، اسما کی کتاب پر جھکی ہوئی تھی۔ ہارون ایم سی کیوز کر رہا تھا لائبہ میتھ کے سوال کر رہی تھی۔ میرب کی ساری توجہ آفت کی پرکالہ اسما کی طرف تھی۔

''ہاں جی کیا ہو رہا ہے؟'' اشہل نے جاندار آواز میں اپنی آمد کی طرف توجہ دلائی۔

''چاچو آپ آگئے۔'' اسما پڑھائی بھول کر اشہل کی طرف لپکی۔

''اسما پہلے یہ کام کرلو۔'' میرب نے رعب دکھانے کی ناکام سی کوشش کی۔

''میری گڑیا......'' اشہل نے ساڑھے پانچ سالہ اسما کو بازوؤں میں بھر لیا اور اسما بھی مگن تھی۔ میرب کی طرف اس کا دھیان نہیں تھا جو بڑے صبر سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''جاؤ اسما گڑیا پہلے پڑھ لو ورنہ ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی اور خون پی لیا جائے گا تمہارا۔'' آخری دونوں جملے کسی اور کی سمجھ میں نہ آئے ہوں پر میرب سمجھ گئی تھی کہ اسے سنانے کے لیے کہا گیا ہے۔ اشہل جم کر وہیں بیٹھ گیا۔ اب بچوں کی توجہ میرب کی طرف کم اور اشہل چاچو کی طرف زیادہ تھی۔ وہ جان کر یا پھر میرب کو چڑانے کے لیے ان سے باتیں کرنے لگا۔ پڑھائی کیا خاک ہونی تھی۔ وہ تینوں اپنے چاچو کے گرد جمع ہوگئے اور وہ غصے سے اٹھ کر باہر آگئی۔

اشہل کا جی چاہ رہا تھا کہ زور زور سے قہقہے لگائے، میرب کی بے بسی دیدنی تھی۔

''محترمہ اب لائن پہ آئیں گی۔'' اشہل نے خوش دلی سے سوچا۔

☆☆☆

عائشہ بھابی بچوں کے رزلٹ سے کافی خوش تھیں کیونکہ منتھلی ٹیسٹ میں ان کی کارکردگی پہلے کی نسبت بہت اچھی تھی۔ اسما میرب کو بہت تنگ کرتی تھی۔ وہ پڑھانے بیٹھتی تو سوال کر کر کے اسے زچ کر دیتی۔ اسما کے اسکول سے بھی شکایتیں آتیں کہ وہ کلاس میں جو کچھ پڑھایا جا رہا ہو اس موضوع کی مطابقت سے سوال نہیں کرتی بلکہ بچوں کی توجہ بھی کسی اور طرف مبذول کروا دیتی ہے، عائشہ بھابی اس حوالے سے بہت پریشان تھی۔ اسما نے اپنی شرارتوں سے ناک میں دم کیا ہوا تھا۔ میرب جب بھی پڑھانے بیٹھتی وہ کچھ نہ کچھ الٹا کرتی۔ پنسل شارپ کرنے پہ آتی تو شارپ کر کے ختم کر دیتی سوال کرتی تو حیرت انگیز...... بعض اوقات میرب بھی اتنی سی بچی کے منہ سے ایسے سوال سن کر حیران رہ جاتی۔

عائشہ بھابی نے میرب کو فری ہینڈ دے دیا تھا اور کہا تھا کہ بے شک سختی سے کام لو۔ وہ اب مطمئن تھیں... کیونکہ میرب کو بچوں کو قابو کرنا آتا تھا۔ اس نے کسوئی کو بھی تو آخر قابو کیا تھا۔ کسوئی کی یاد آتے ہی اسے گویا بہت کچھ یاد آگیا تھا۔ کتنے دن ہوگئے تھے اس نے میکے کا چکر نہیں لگایا تھا۔

''آپ مجھے امی کی طرف چھوڑ دیں گے؟'' اس نے امید طلب نگاہوں سے اشہل کی طرف دیکھا۔ ہارون اور لائبہ اپنے اپنے بیگ لے کر جا چکے تھے اسما ان سے بھی پھرتیلی تھی۔ کب کی بھاگ گئی تھی۔ اشہل اب فارغ تھا تب ہی میرب نے پوچھا تھا۔

''ٹھیک ہے؟'' اس نے مختصراً جواب دیا جو اس کی رضامندی کا مظہر تھا۔ وہ اسی وقت تیار ہو کے چل دی تھی۔ کسوئی اور اسامہ اسے دیکھتے ہی دائیں بائیں چمٹے تھے۔

''پھپھو اتنے دن بعد آئی ہیں، میں نے آپ کو بہت مس کیا۔'' کسوئی بڑے لاڈ سے بولی تھی۔ میرب نے اس کے ماتھے پہ پیار کیا...... میرب کے بعد وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

''یار تھوڑا سا پیار ہمارے لیے بھی رکھ...'' اشہل نے ... میرے بھی کچھ احسان ہیں آپ پر ...

ری باری اسامہ اور کسوئی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا و میرب اس کا طنز اچھی طرح سمجھ گئی۔ اتنے میں ... بھابی اور امی بھی اس کی طرف بڑھیں۔

اشہل دیکھ رہا تھا کہ اسامہ اور کسوئی، میرب کے پاس سے اٹھ ہی نہیں رہے تھے۔ اسامہ اسے ...نے فائنل ٹرم کے رزلٹ کا بتا رہا تھا۔ میرب بہت ...وش ہوئی۔

''پھپھو میں بھی تھرڈ آئی ہوں، میں اب روز خود ...ھتی ہوں۔'' کسوئی نے بھی لہک کر بتایا جس پر ...یرب کی خوشی دیدنی تھی۔

☆☆☆

اسما کے ایگزام قریب تھے۔ وہ شہر کے ایک ...نگے اور بے حد معیاری اسکول میں زیرِ تعلیم تھی۔ ...ئشہ بھابی تینوں بچوں کی پڑھائی کی ذمے داری ...ب کے سپرد کر کے خوش تھیں پر اسما آئے دن ان کی ...شی کو خاک میں ملانے پر تلی رہتی۔ اس بار وہ بھی ...بجائی ہوئی تھیں۔

''اس بار یہ کوئی سستی دکھائے تو بے شک اس ...ی خاطر تواضع کرو۔'' میرب نے بھی سکون کی ...س لی ورنہ اسما جس طرح کی شرارتی بچی تھی۔ ...یرب بہ مشکل خود کو روک پاتی تھی۔ اب عائشہ ...ابی نے اجازت دے دی تھی اب تو کوئی عذر اور ...وف بھی مانع نہیں تھا۔ اسما پڑھانے کے دوران ... ہارون کو بھی ڈسٹرب کر رہی تھی۔ ہارون ...س کی ڈایاگرام بنا رہا تھا۔ اسما نے زور سے کہنی ...ری۔ ڈایاگرام پہ بدنما سی لکیر بن گئی۔ اسما اپنے ...م کی طرف ذرا بھی متوجہ نہیں تھی۔ میرب نے ...تھا۔ اس کا پرانا غصہ عود آیا۔

''اب میں نے اس طرح کرتے دیکھا تو اچھا ...ہوگا۔'' میرب، اسما کی طرف جھکی ہی تھی کہ ...دروازے میں کھڑا تھا اندر آگیا۔

''میرب صاحبہ! یہ ہمارے بچے ہیں، گوشت پوست سے بنے ہیں کسی جانور کے بچے نہیں ہیں، جن کی آپ قربانی کریں گی۔ زمانہ قدیم میں شاید خون پینے یا ہڈیاں توڑنے کی کوئی رسم ہوتی ہوگی پر یہاں میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔'' اشہل نے آگے بڑھ کر اسما کو اس کے سامنے سے اٹھایا۔ اب وہ خود اس کے مدِمقابل تھا۔ غصے سے دہکتی آنکھیں اس پر جمائے۔ ''بچوں پہ یوں رعب ڈال کر آپ خود کو کیا ثابت کرنا چاہتی ہیں؟'' وہ غصے میں آگیا تھا۔

میرب نے بچوں کے سامنے ایسی ہتک کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اشہل نے اس کا بازو پکڑ کر زوردار جھٹکا دیا تھا۔ تکلیف کی شدت سے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

''درد ہوتا ہے ناں، بہت تکلیف ہوتی ہے، ان چھوٹے معصوم سے بچوں کو بھی ایسے ہی درد ہوتا ہوگا جب ان کی خاطر تواضع کرتی ہوں گی آپ۔'' اشہل ٹھیک ٹھاک غصے میں تھا۔

ہارون، چاچو کو غصے میں دیکھ کر مما کو بلا لایا۔ میرب رو رہی تھی۔ لائبہ اور اسما بھی پاس کھڑی روتی میرب کو دیکھ رہی تھیں لیکن ان میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ آگے بڑھ کر اسے چپ کرواتے۔ لائبہ کتنی بار اسما کو ڈانٹ چکی تھی کہ یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ ہارون بھی اس پر آنکھیں نکال رہا تھا۔ اب عائشہ بھی اِدھر آگئی۔

اشہل ان کے آتے ہی اپنے کمرے میں جا گھسا۔ سائڈ ٹیبل سے گاڑی کی چابی اٹھائی اور گھر سے نکل گیا۔ پیچھے میرب چھکوں پھکوں رو رہی تھی۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے سامنے اشہل نے اس کی انسلٹ کی تھی۔ بے دردی سے بازو پکڑا تھا۔ کیا وہ ان بچوں کی کچھ نہیں لگتی؟ کیا اسے ان بچوں سے محبت یا لگاؤ نہیں ہے۔ کیا اس کا اتنا حق بھی نہیں ہے کہ وہ کسی رشتے سے ان کی کسی کوتاہی پہ سرزنش کر سکے۔

یہ ٹھیک ہے کہ اسے رعب ڈالنے یا اپنی منوانے

www.paksociety.com

کی عادت تھی مگر یہاں آکر اس نے اپنا کوئی ایسا حق نہیں جتایا تھا۔

کسوئی اور اسامہ اس کے بھائی کی اولاد تھے۔ اس نے جب بھی سختی کی ان کی بھلائی اور پڑھائی میں اچھے رزلٹ کی خاطر ہی کی۔ بچوں کی بدتمیزی اور نالائقی وہ کسی صورت برداشت نہیں کر سکتی تھی اور یہی اس کی خامی تھی۔

اشہل نے تو پہلے دن ہی صاف کہہ دیا تھا کہ یہ رعب اور برتری یہاں نہیں چلے گی اور نہ میں کوئی سختی برداشت کروں گا۔ وہ یہ سب باتیں پیار سے بھی تو کہہ سکتا تھا پھر شاید اسے اتنا دکھ نہیں ہوتا۔ اشہل اس معاملے میں کسی رعایت کا قائل نہیں تھا۔

عائشہ بھابی نے بڑی مشکل سے اسے خاموش کروایا تھا۔ میرب نے انہیں منع کر دیا تھا کہ گھر کے کسی بھی فرد سے اس کا ذکر نہ کریں۔ عائشہ بھابی اس کی سمجھداری کی قائل ہو گئی تھیں۔ اشہل رات گئے کہیں واپس آگیا۔ تب تک وہ سو چکی تھی۔

صبح اشہل جاگا تو میرب سو رہی تھی۔ اس کے آفس جانے کے ٹائم پہ وہ خود بخود ہی اٹھ جاتی تھی۔ اسے دیر تک سونے کی عادت نہیں تھی مگر آج وہ سو رہی تھی۔ اشہل نے بھی نہیں جگایا تھا۔

☆☆☆

صفورہ کی تاریخ طے ہو گئی تھی۔ میرب نے اشہل کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا، وہ کون سا کم تھا فوراً اکڑ میں آگیا۔ اسے میرب کی صرف چند عادتوں سے اختلاف تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ اسے ناپسند کرتا ہو۔ بس دو بار شروع میں جس طرح بچوں کے ساتھ اس کا رویہ دیکھا اس پر وہ ڈسٹرب تھا کہ جانے آئندہ زندگی میں وہ کیسی بیوی ثابت ہو گی لیکن سسرال آکے جانے کیوں وہ اشہل سے خائف سی تھی۔ یہاں اس کی وہ عادتیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں نظر آئیں۔ جس پر وہ ڈسٹرب تھا۔ میرب کی خاموشی اسے کھلتی تھی۔

اکثر اوقات وہ جان کر زیادتی کر جاتا کہ جواب میں وہ کچھ تو بولے مگر لڑائی جھگڑا کرنے والی میرب جانے کہاں گم ہو گئی تھی۔ اس پر بھی اشہل کی مردانہ انا جوش میں آجاتی۔

صفورہ کے جہیز کا تقریباً تمام سامان آگیا تھا۔ زیور بھی گھر میں ہی رکھا گیا تھا۔ میرب تمام کپڑے فائزہ کے ساتھ مل کر پیک بھی کروا چکی تھی۔ اس نے کافی بڑھ چڑھ کر تمام کاموں میں حصہ لیا تھا۔ اشہل کی والدہ حسن آرا بیگم بہت نرم دل اور سخی تھیں۔ صفورہ کی شادی سے پہلے انہوں نے بہت سی محتاج عورتوں کی مالی مدد بھی کی تھی یہ کوئی آج کی بات نہیں تھی۔ شروع سے ہی ان کے ہاں گھر کی آمدنی میں ضرورت مندوں کا حصہ رہا تھا۔ اس وجہ سے ان کا گھرانا آس پڑوس میں مشہور بھی تھا۔ اس مشہوری کا سبب وہ ضرورت مند عورتیں تھیں جو یہاں سے مالی امداد لے کے جاتی تھیں وہ اوروں سے بھی ذکر کرتیں۔ اس وجہ سے حسن آرا بیگم کی جان پہچان کی سب عورتیں ان کی بہت عزت کرتی تھیں۔ ان کے گھر کے دروازے ہر ضرورت مند کے لیے کھلے رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ صفورہ کی شادی میں ان محتاج عورتوں کو ان سے بہت امیدیں تھی۔ انہوں نے حتی المقدور ان کی مدد بھی کی تھی۔

اس روز بھی ناشتے کے بعد باہر لان میں بیٹھی ہوئی تھیں...... بہویں اپنے کاموں میں مشغول تھیں۔ گھر کے مرد اپنے، اپنے کام پر جا چکے تھے۔ خانساماں سودا سلف لینے نکلا ہوا تھا۔

حسن آرا بیگم گھاس میں پھدکتی ننھی منی چڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔ جبھی باہر کے گیٹ پر کھٹکا ہوا۔ میرب بھی اسی طرف آرہی تھی۔

"آجاؤ دروازہ کھلا ہے۔" حسن آرا بیگم قدرے اونچی آواز میں بولیں تاکہ باہر جو کوئی بھی ہے اندر آجائے۔ اتنے میں میرب بھی ان کے پاس

آکر بیٹھ گئی۔

گیٹ سے اندر جو عورت داخل ہوئی وہ بے حد خستہ حال اور مسکین نظر آرہی تھی۔ اس کا چہرہ اور کپڑے اس کی بدحالی کا اعلان کر رہے تھے۔

"آؤ بی بی کہاں سے آئی ہو، کون ہو؟" وہ اپنے مخصوص نرم لہجے میں بولیں...... عورت نے ہاتھ جوڑ کر انہیں سلام کیا اور ان کے پاس آکھڑی ہوئی۔

"حاجن بی بی میں ضرورت مند ہوں۔ گھر والے کوئی بی ہے، چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ میری کچھ مدد امداد کرو۔" عورت نہایت مسکین تاثرات لیے ان کے پاس آکھڑی ہوئی۔

میرب بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ آہستہ آواز میں اپنے دکھڑے رو رہی تھی۔ حسن آرا اسے کچھ سمجھا رہی تھیں۔ میرب نوٹ کر رہی تھی کہ اس عورت کی عقابی نگاہ گھر کے چاروں طرف گردش کر رہی ہے۔ آخر میں اس نے میرب کا بھی بھرپور جائزہ لیا۔ میرب کی کلائی سونے کی چوڑیوں سے بھری ہوئی تھی کان میں نازک سے ٹاپس اور ہاتھ میں دو قیمتی انگوٹھیاں تھیں۔ گلے میں موٹی سی چین بھی تھی۔ عورت بار بار اسے دیکھ رہی تھی۔

"حاجن بی بی مجھے سخت بھوک لگی ہے اگر کھانے کو کچھ مل جائے تو......" عورت نے فرمائش کی تو حسن آرا بیگم منع نہیں کر سکیں۔

"میرب بیٹا جاؤ کچن سے کچھ کھانے کو لے آؤ۔" وہ اپنی نرم دل فطرت سے مجبور تھی سو فوراً میرب سے کہا۔ میرب کچن میں آگئی پر اس کا ذہن اسی عورت میں اٹکا ہوا تھا۔ جانے کیوں اس کی چھٹی حس بار بار کسی خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔

ادھر وہ عورت اس کی ساس سے بہت سی معلومات لے چکی تھی۔ حسن آرا اسے حقیقی معنوں میں ضرورت مند سمجھ کر اس کی دلجوئی کرنے لگیں۔ میرب ناشتا لے کر آئی تو وہ عورت اپنی جگہ

البم

تصویریں انسان کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہیں۔ کسی اداس لمحے میں آپ اپنی البم کی ورق گردانی کرتے ہوئے سوچتے ہیں کہ گزرے برسوں میں، میں نے کیا کھویا کیا پایا؟ ایسے مواقع پر میں سوچتا ہوں کہ کیا بڑھاپے کی ایک تصویر جس میں آپ وزیراعظم سے ہنس، ہنس کر باتیں کرتے ہوئے اپنی بتیسی کو بھی باہر گرنے سے بچانے کی کوشش کر رہے ہوں، جوانی کی اس تصویر سے بہتر قرار دی جا سکتی ہے جس میں آپ گنے کی گانٹھیں چوستے ہوئے ہنس، ہنس کر کسی دوست سے باتیں کر رہے ہوں؟ مجھے یقین ہے کہ کچھ لوگ اس کا جواب ہاں میں دے سکتے ہیں مگر یہ وہ لوگ ہوں گے جو زندگی کی مصنوعی خوشیوں سے خوش ہونے کی استعداد رکھتے ہیں۔ میں نے گزشتہ روز ایک دفعہ پھر اپنے بچپن کی وہ مضحکہ خیز تصویر دیکھی جس میں، میں باورچی خانے میں دودھ پر سے ملائی اتار کر کھا رہا ہوں عین اس موقع پر میری یہ تصویر اتار لی گئی تھی جو آج بھی گھر میں مجھے بلیک میل کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ میں کبھی اس تصویر سے بلیک میل نہیں ہوا بلکہ یہ تصویر دیکھ کر میرے چہرے پر ہمیشہ ایک آسودہ مسکراہٹ پھیل جاتی ہے۔

اقتباس: ہنسنا رونا منع ہے، از عطاالحق قاسمی

پسند: ثمین عباس، کراچی

سے فوراً کھڑی ہوگئی اور تیزی سے ان دونوں کی طرف پستول تان لی اور بلند آواز میں بولی۔

''آجاؤ جلدی سے راستہ صاف ہے۔'' سب کچھ بہت اچانک ہوا تھا۔ حسن آرا کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ یہی حال میرب کا تھا گویا اس کی چھٹی حس غلط نہیں تھی۔ عورت نے یہاں آتے ہی کہا تھا کہ اسے مرزا صاحب کی بیگم نے ان کے ہاں بھیجا ہے مرزا صاحب ان کے پڑوسی تھے۔ کسی نہ کسی کے توسط سے کوئی نہ کوئی آ ہی جاتا تھا اور ایسا ہونا معمول تھا۔ حسن آرا بیگم کو یہ بھی خیال نہ رہا کہ میرب سے کہہ کر باہر کا گیٹ بند کروادیتیں شاید خانساماں کے لیے کھلا چھوڑا ہوا تھا۔ اس عورت نے دو آدمیوں اور ایک عورت کے اندر آتے ہی کارروائی شروع کردی۔

''چلو آگے سب سے پہلے ہمیں زیور نکال کے دو۔'' اس عورت نے میرب کے پہلو کو ٹھوکا دیا۔ حسن آرا بیگم پہ تو گویا سکتہ طاری تھا ابھی پل بھر میں صورتِ حال کچھ بھی ہوسکتی تھی۔ یہ گویا منظم گروہ تھا جو تمام معلومات حاصل کر کے یہاں تک پہنچا تھا۔ ویسے بھی شادی والے گھر کی تلاش میں یہ جرائم پیشہ افراد لگے رہتے ہیں۔ میرب کو اندازہ تھا کہ اگر وہ اندر چلی گئی تو پھر وہ سب رونما ہونے سے کوئی نہیں روک سکے گا جو کچھ دیر میں ہونے والا تھا۔

''اندر چلو...'' اس عورت نے میرب کو زور کا دھکا دیا۔ میرب کے پاس سوچنے کو زیادہ وقت نہیں تھا۔ باہر دو آدمی اور پہلے والی مظلوم عورت گھر کے چاروں طرف پھر کر راستوں کا جائزہ لے رہے تھے حسن آرا کو لان میں ہی رسیّوں سے جکڑ لیا تھا کرسی کے ساتھ۔

میرب اندر لاؤنج کی طرف بڑھتی رہی یکایک اس نے اپنا پیر کارپٹ میں خود الجھایا اور اس عورت کو بھی ساتھ گرا کر اس پر قابو کرلیا۔ یہ سب نہایت آناً فاناً ہوا تھا۔ ساتھ ہی میرب نے زور زور سے چیخنا شروع کردیا۔ اتنے میں خانساماں گیٹ پر پہنچ چکا تھا۔ حسن آرا کو اس حالت میں دیکھ کر اور میرب کی چیخیں سن کر وہ واپس پلٹا اور اگلے ہی لمحے پڑوسیوں کا گن مین اور دیگر کئی آدمی اس کے ہمراہ تھے۔

میرب میں جانے کہاں سے اتنی طاقت آگئی تھی کہ اس لمبی مرد مار عورت کو قابو کیے رکھا۔ خانساماں نے گھر کے مردوں کو فون کر کے بلایا۔ پڑوسی تو پہلے ہی اکٹھا ہوچکے تھے۔ حسن آرا کی رسیاں کھولی گئیں۔ عورت کے باقی سب ساتھی اسے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ ساتھ والے ابرار قدوائی نے ون فائیو... پہ کال کر کے پولیس طلب کرلی تھی۔ وہ عورت اب پولیس کسٹڈی میں تھی۔

میرب اور حسن آرا سب کے گھیرے میں تھیں۔ سب ان سے پوچھ رہے تھے کہ یہ سب کیسے ہوا۔

''سب میرب کی بدولت ہوا ہے یہ اگر حاضر دماغی اور ہوشیاری سے کام نہ لیتی تو ہم نے آج لٹ جانا تھا۔'' ساس کی نگاہوں میں اس کے لیے تشکر تھا۔

ساریہ بھابی کو بھی کسی نے فون کر کے اس واقعے کا بتا دیا تھا۔ وہ ساس کے ساتھ فوراً پہنچیں۔ میرب کی ساس سب کے سامنے اس کی بہادری اور ہوشیاری کا تذکرہ کررہی تھیں۔ وہ سن سن کر شرمندہ ہورہی تھی۔

اس عورت نے میرب کے شور مچانے پر جب بھاگنے کی کوشش کی تو میرب نے اس کی کلائی میں اپنے دانت گاڑ دیے تھے جس پہ اس کی کلائی ٹھیک ٹھاک زخمی ہوگئی تھی۔ پولیس جب اسے لے کر جارہی تھی تب ان سب کو میرب کے کارنامے کا پتا چلا تھا۔ شام تک کتنی بار اس واقعے کا ذکر ہوتا رہا جس کا کریڈٹ واضح طور پر حسن آرا نے میرب کو دیا تھا۔

یہ کوئی اتنی چھوٹی بات نہیں تھی جو نظر انداز کردی جاتی۔ میرب کی بہادری پہ واہ واہ ہورہی تھی۔ وہ گردن اکڑائے بیٹھی تھی۔ اسامہ بھی اپنی پھپو کی بہادری کا تذکرہ سن کر مما کے ساتھ آیا تھا اور بہت خوش تھا۔ ان سب سے بڑھ کر اشہل خوش تھا کہ اسے پہلی بار میرب پہ فخر محسوس ہوا۔ اس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر پورے گھر کو بہت بڑے نقصان سے بچالیا تھا۔

وہ بچوں میں گھری ہوئی تھی جو اس سے طرح طرح کے سوالات کررہے تھے۔ اشہل بھی پاس آکر بیٹھ گیا۔

''پھپو آپ کو ڈر نہیں لگا اس عورت سے؟'' اسامہ نے پوچھا۔

''ہاں تھوڑا تو ڈر لگا تھا اگر میں ڈرتی رہتی تو وہ سب لوٹ کر لے جاتے۔ اسی لیے میں نے شور مچادیا۔''

''اور آپ نے اس عورت کو کیسے پکڑ لیا تھا جبکہ اتنے خطرناک تھے وہ لوگ؟'' یہ سوال ہارون کی طرف سے آیا تھا۔

''اگر میں ایسے نہ کرتی تو وہ لوگ سب کچھ آرام سے لوٹ کر لے جاتے۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ لوگ بچنے پائیں۔'' میرب بہت خوش اور مطمئن تھی۔

''میرب میں تمہارا بہت شکر گزار ہوں، مجھے آج سمجھ آئی ہے کہ قدرت نے تمہارے مزاج میں سختی کیوں رکھی ہے۔ اگر یہ سختی نہ ہوتی تو تم اپنی جان کی پروا کیے بغیر کبھی بہادری نہ دکھاتیں۔'' اشہل واقعی بہت شکر گزار لگ رہا تھا۔

''اس میں شکر گزار ہونے کی کوئی بات نہیں، آخر یہ میرا بھی تو گھر ہے۔'' وہ پل بھر میں ساری ناراضی فراموش کرگئی تھی۔

ہارون اور اسامہ اٹھ کے جاچکے تھے۔

''واقعی تم سے اب ڈر لگنے لگا ہے کہیں میری بھی ہڈیاں نہ توڑ دو اور خون نہ پی جاؤ۔'' اشہل اسے چھیڑ رہا تھا۔

''میں آپ کو ایسی نظر آتی ہوں بھلا!'' میرب کو سب کچھ یاد آگیا تھا۔ وہ نروٹھے پن سے بولی۔

''ارے نہیں، نہیں تم تو میری جان ہو، میں تو بس ایویں تمہیں تنگ کرتا رہا۔ اب نہیں کروں گا کیونکہ مجھے پتا چل چکا ہے کہ تم بہت اچھی ہو۔''

''اور جو پہلے الٹا سیدھا کہتے رہے۔'' پرانے حساب چکانے کا اچھا موقع تھا، وہ کیسے ہاتھ سے جانے دیتی۔

''اب نہیں کہوں گا۔''

''وعدہ......'' میرب نے اس کے سامنے ہاتھ پھیلایا۔

''پکا وعدہ......'' اشہل کی آنکھوں سے خلوص اور محبت اس کے لیے جھلک رہی تھی۔

''میں اپنے بچوں کو تم سے ہی ٹیوشن دلواؤں گا۔'' اس کا ہاتھ دباتے ہوئے وہ شریر ہوا تو میرب کو شرم نے آگھیرا۔

وہ اشہل کو پیچھے دھکیلتے ہوئے کچن کی طرف چلی گئی۔ خانساماں نے چائے تیار کردی تھی۔ ٹرالی میں لوازمات رکھے وہ اندر آرہی تھی جب اشہل نے اس کا نام لیا۔ میرب کے قدم خود ہی سست پڑ گئے۔ وہ اس کی تعریف کررہا تھا اور اس تعریف میں کوئی کھوٹ نہیں تھا۔ اسے اشہل کے خلوص سے زیادہ کسی چیز کی طلب بھی نہیں تھی۔ وہ اعتماد سے چلتے ہوئے آگے آگئی۔ اشہل کی مسکراتی نگاہ اس کی طرف اٹھی...... جواباً میرب نے بھی نگاہوں کی زبان میں اپنا یقین دلایا۔ وہ اب اندر تک شانت اور مطمئن تھی اور یہی اطمینان اس کا سرمایہ تھا۔

www.paksociety.com